56

# دُعائیں قبول ہونے کا خاص دن

(فرمودہ ۵ ستمبر ۱۹۱۹ء)

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-
"میرا منشاء تو آج بہت کچھ سُنانے کا تھا مگر جمعہ پڑھنے کے لیے آنے سے تھوڑی دیر پہلے سر درد کی شکایت ہوگئی ہے۔ اس لیے مختصر طور پر ہی اس امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں کہ آج کا دن دُعاؤں کی قبولیت کے لیے خاص خصوصیت رکھتا ہے یہ ایک افسوس کی بات ہے کہ اس زمانہ میں جہاں ظاہری علوم کی ترقی ہوئی ہے وہاں لوگوں کی بدقسمتی سے روحانی علوم میں کمی واقع ہوگئی ہے اور جوں جوں لوگ ظاہری علوم سے زیادہ واقف ہوتے جاتے ہیں خواہ وہ علوم کسی یورپین زبان میں نہ ہوں بلکہ اسی زبان میں ہوں جس میں خدا کا آخری کلام شریعت کے رنگ میں نازل ہوا ہے۔ تاہم لوگ اپنی بدقسمتی اور زمانہ کی رو اور شیطان کے آخری حملہ کے اثر سے ان رُوحانی باتوں کو جو ان کی محدود عقل میں نہیں آسکتیں۔ چھوڑتے جاتے ہیں۔ اور اب تو یہاں تک حالت ہوگئی ہے کہ جو ذرا کوئی ایک دو کتابیں پڑھ لیتا ہے۔ وہ سمجھ لیتا ہے کہ مجھ میں خدا تعالیٰ کی بتائی ہوئی اور رسول اللہ کی فرمائی ہوئی باتوں پر تنقید کرنے کا مادہ پیدا ہوگیا ہے۔ اور اگر خوش قسمتی یا بدقسمتی سے کچھ زیادہ علم پڑھ لیتا ہے۔ تو پھر یہ تنقید کرنے تک ہی اپنی قابلیت کو محدود نہیں رکھتا۔ بلکہ خدا تعالیٰ کو املا کرانے کا بھی اپنے آپ کو مستحق سمجھتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ خدا کو اس طرح نہیں۔ بلکہ اس طرح کہنا چاہیئے تھا اس کا نتیجہ یہ ہے کہ شریعت کے بہت سے احکام جو اپنی کم عقلی اور رُوحانیت کی کمزوری کی وجہ سے لوگوں کی سمجھ میں نہیں آتے، ان کا اگر اپنے آپ کو مذہب کا پابند ظاہر کرنے کے لیے انکار نہیں کرتے تو ان پر عمل بھی نہیں کرتے اور ان کے صحیح اور درست ہونے کا اعتقاد بھی نہیں رکھتے۔ حالانکہ وہ صداقتیں ہیں۔ لیکن جب تک رُوحانی علوم میں ملکہ حاصل نہ ہو، اس وقت تک وہ سمجھ میں نہیں آسکتیں، گو یہ صداقتیں ایمانیات سے تعلق نہیں رکھتیں۔ یعنی ایسی نہیں کہ جن پر ایمان لانے کے بغیر نجات نہ ہو سکے، مگر اس میں شک نہیں کہ وہ صداقتیں ضرور ہیں۔ ہاں وہ اُمور جن پر نجات کا دارومدار ہے۔ وہ ایسی صورت میں پیش کئے گئے ہیں کہ جن کو

ہر انسان ادنیٰ سے ادنیٰ عقل رکھنے والا بھی سمجھ سکتا ہے۔ مگر بعض ایسے اُمور ہیں جو ایمانیات سے وابستہ نہیں بلکہ ایسے ہیں۔ جو محض یقین کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں یا اعمال کے ساتھ۔ ان میں بہت سی ایسی باتیں پائی جاتی ہیں جو ظاہری علم کے ذریعہ انسان کی سمجھ میں نہیں آسکتیں۔ بلکہ ان کے سمجھنے کے لیے رُوحانی علم کی ضرورت ہوتی ہے۔

مجھے اس حدبندی کی ضرورت اس لیے پیش آئی ہے کہ کوئی یہ نہ کہے کہ اگر ہمارے مذہب میں بھی بعض ایسی باتیں پائی جاتی ہیں۔ جو ظاہری علم اور عقل کے ذریعہ سمجھ میں نہیں آتیں۔ تو پھر ہم عیسائیوں پر کیا اعتراض کر سکتے ہیں کہ تمہاری مذہبی باتیں عقل میں نہیں آتیں۔ پس اصل بات یہ ہے کہ جن اُمور پر نجات کا دار و مدار ہے ان کے متعلق ضروری ہے کہ سمجھ میں آئیں۔ کیونکہ اگر وہ کسی کے سمجھ میں ہی نہ آئیں۔ تو ان پر عمل کس طرح کیا جاسکے گا لیکن بعض ایسی باتیں جن سے رُوحانی مدارج میں ترقی حاصل ہوتی ہے۔ ان کی سمجھ اسی وقت آتی ہے جبکہ کسی قدر رُوحانی استعداد حاصل ہوجاتی ہے۔ جن باتوں پر نجات کا دار و مدار ہے۔ ان کو تو ایسا ہی سمجھنا چاہیئے۔ جیساکہ بچوں کے پڑھنے کا ابتدائی قاعدہ ہوتا ہے۔ اس پر بچہ کو الف ب پڑھاتے اور سمجھاتے ہوئے کوئی دلیل دینے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ بلکہ بغیر اس کے وہ سمجھ سکتا ہے۔ اسی طرح اسلام میں وہ اُمور جن پر نجات کا دار و مدار ہے۔ ان کو تو ہر شخص سمجھ سکتا ہے۔ ہاں جس طرح بعض ضدی بچے الفؔ کو ب اور بؔ کو الف کہہ دیا کرتے ہیں۔ اسی طرح اگر کوئی ضدی اور ہٹ دھرم انسان کہے کہ خُدا ایک نہیں ہے اور دلائل سے بھی نہ مانے۔ یا رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت کو ظاہری دلائل سے بھی تسلیم نہ کرے تو اُسے کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ مگر خدا تعالےٰ کی وحدانیت اور رسول کریم کی صداقت کے ایسے صاف اور واضح دلائل ہیں۔ کہ جنہیں معمولی سے معمولی عقل کا انسان بھی بآسانی سمجھ سکتا ہے۔ اس کے مقابلہ میں رُوحانیت سے تعلق رکھنے والی ایسی باتیں ہیں کہ جنہیں وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں جو رُوحانیت میں کچھ نہ کچھ دخل رکھتے اور جنہیں کسی حد تک رُوحانی مدارج حاصل ہوتے ہیں ورنہ ظاہری دلائل سے وہ نہیں سمجھائی جاسکتیں۔ مثلاً قرآن کریم کی آیتوں کے جو خاص اثرات ہیں۔ ان کو نہ تو سمجھایا جا سکتا ہے اور نہ کوئی روحانیت سے بے بہرہ انسان انہیں سمجھ سکتا ہے۔ کوئی ناواقف انسان کہے کہ ان کا کیا اثر ہو سکتا ہے۔ لیکن جنہوں نے تجربہ کیا ہے اور فائدہ اُٹھایا ہے۔ ان کی شہادتیں موجود ہیں۔ اور وہ بڑے زور کیساتھ اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ بعض خاص آیتوں سے بڑی بڑی مشکلات حل ہوجاتی اور بڑے بڑے فوائد پہنچتے ہیں تو آیات کے خاص اثرات کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔ مگر ساتھ ہی اس کے یہ بھی ہے کہ کوئی نہیں بتا سکتا کہ ان کے اثرات کیوں ہیں۔ اس سے میرا مطلب یہ ہے کہ ہر شخص کو نہیں بتایا جاسکتا۔ کیونکہ یہ ایسی

باتیں ہیں جن کے سمجھنے میں ذوق اور تجربہ کو دخل ہے۔ اس کی وجہ اسی کی سمجھ میں آسکتی ہے۔ جو ذوق اور تجربہ رکھتا ہو۔ اس کی مثال ایسی ہی ہے جیساکہ ہم کسی کو یہ بتانا چاہیں کہ مٹھاس کیا ہوتی ہے۔ اگر کسی نے کبھی میٹھا چکھا ہی نہیں، تو ہم اسے زبانی طور پر ہرگز نہیں سمجھا سکتے، کہ مٹھاس کیا ہوتی ہے۔ ہاں جس نے چکھا ہو۔ اسکو مٹھاس کی کمی یا زیادتی بتائی جاسکتی ہے۔ اسی طرح ایک ایسا شخص جس کی آنکھیں ہیں۔ اور جس نے سورج کی روشنی دیکھی ہے اس کو بتا سکتے ہیں کہ فلاں روشنی مدہم تھی یا تیز۔ فلاں سیاہی مائل تھی یا سبزی، فلاں سفیدی مائل تھی یا زردی، غرض اُسے کئی کیفیتیں روشنی کی بتلائی اور سمجھائی جاسکتی ہیں، لیکن جو جنم کا اندھا ہو۔ اس کو کچھ نہیں سمجھا سکتے۔ تو ایسے اُمور جو فروع کہلاتے ہیں۔ بلحاظ اس کے کہ ایمانیات سے تعلق نہیں رکھتے۔ ایسے ہی لوگوں کی سمجھ میں آسکتے ہیں جنھوں نے ایک حد تک ان کا تجربہ کیا ہو اور کسی قدر مزا چکھا ہو۔ انہی امور میں سے ایک دُعاؤں کے قبول ہونے کے خاص اوقات ہیں، ہر شخص یہ نہیں سمجھ سکتا کہ کیا وجہ ہے کہ جمعہ کے دن دُعا قبول ہونے کی ایک خاص گھڑی ہوتی ہے۔ البتہ بعض ایسی باتوں کو لوگ سمجھتے ہیں۔ جن کی کوئی وجہ انہوں نے قرار دے لی ہوتی ہے۔ مثلاً یہ سمجھتے ہیں کہ رات کو خدا تعالیٰ دُعا خاص طور پر سنتا ہے کیوں اس لیے کہ رات کو انسان جاگتا اور تکلیف اُٹھاتا ہے، لیکن دراصل دُعا کے قبول ہونے کی یہ وجہ نہیں ہے۔ کیا اگر کوئی شخص دس پندرہ میل دَوڑ کر دُعا مانگے تو اس کی دعا اس لیے قبول ہو جائیگی کہ اس نے تکلیف اُٹھائی ہے یا اگر کوئی ساری رات جاگتا رہے اور دن کو دُعا مانگے، تو اس کی دُعا قبول ہو جائے گی۔ نہیں۔ کیونکہ صرف رات کا جاگنا اور تکلیف اُٹھانا دعا کے قبول ہونے کا باعث نہیں۔ گو ایک حد تک یہ بھی درست ہے کہ رات کو جاگنے اور تکلیف اُٹھانے سے دُعا قبول ہوتی ہے، مگر دُعا کے قبول ہونے کی اصل وجہ یہی نہیں ہے، ورنہ اگر یہ وجہ ہوتی۔ تو چاہیئے تھا، کہ جتنی کوئی زیادہ تکلیف اُٹھاتا۔ اتنی ہی جلدی اس کی دُعا قبول ہوتی، پھر جمعہ کی دُعا ہے۔ عرفات کی دُعا ہے۔ کعبہ پر پہلی نظر پڑنے کے وقت کی دُعا ہے۔ ان اوقات کی دُعائیں کیوں خاص طور پر قبولیت کا شرف حاصل کرتی ہیں۔ ان کی کوئی وجہ نہیں سمجھائی جاسکتی۔ کیونکہ دراصل یہ ذوق سے تعلق رکھنے والی باتیں ہیں اور جو ذوق نہ رکھتا ہو۔ اس کی سمجھ میں نہیں آسکتیں۔

اس میں شک نہیں کہ ان واقعات کا دُعا کے ساتھ خاص تعلق رکھنے کا ظاہری طور پر انکار کوئی ناواقف سے ناواقف ہی مسلمان کرے تو کرے، لیکن اس میں بھی شک نہیں کہ بہت کثرت سے لوگ ان کا عملاً انکار کرتے ہیں جبکہ ان سے کوئی فائدہ نہیں اُٹھاتے، اور ان کی طرف توجہ نہیں کرتے، تو باوجود اس کے کہ زبان سے مانتے ہیں کہ ایسے اوقات اور گھڑیاں مقرر ہیں جن میں دُعائیں خاص طور پر منظور ہوتی ہیں، لیکن عملی طور پر کوئی فائدہ نہیں اُٹھاتے۔ وجہ یہ کہ چونکہ اس کوچہ سے ناواقف اور اس مذاق سے بے بہرہ

ہوتے ہیں۔اس لیے انہیں اس پر یقین نہیں ہوتا۔حالانکہ اگر کوئی شخص ذرا اس طرف ڈھل جائے تو معلوم کر سکتا ہے کہ واقعہ میں ان اوقات میں دُعائیں کرنے سے بہت بڑا فائدہ ہوتا ہے۔

دُعاؤں کی قبولیت کے ساتھ تعلق رکھنے والے اوقات میں سے ایک آج کا دن بھی ہے۔جو اس لحاظ پر دُعائیں قبول ہوتی ہیں۔اور مَیں نے سفرِ حج میں اس دن کو دُعاؤں کی قبولیت میں بہت بڑا دخل رکھتا دیکھا ہے۔اور اس دن ایسی کیفیات دیکھنے میں آئی ہیں کہ کسی اور وقت میں بہت ہی کم دیکھی گئی ہیں۔پس مَیں اپنے تجربہ کی بناء پر تمام دوستوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ آج کا دن چونکہ خاص خصوصیت رکھتا ہے۔اس لیے اس سے فائدہ اُٹھائیں۔یوں تو دُعائیں کرنے کا ہر روز ہی حکم ہے۔مگر اس دن سے خاص طور پر فائدہ اُٹھانا چاہیئے۔اپنے عزیزوں۔دوستوں۔رشتہ داروں کے لیے دُعائیں کی جائیں۔اس کے ساتھ ہی اسلام کی ترقی دین کی اشاعت کے لیے اور ان بھائیوں کے لیے جو دین کی ترقی کے لیے خواہ اپنے گھروں میں خواہ باہر جا کر کوشش کر رہے ہیں۔دُعائیں کریں کہ خدا تعالیٰ انہیں کامیاب کرے۔"

(الفضل ۱۶ ستمبر ۱۹۱۹ء)